شہر خموشاں یا......؟

مسعود الرحمان بن نقیب

۱۰ محرم بروز جمعرات تقریباً صبح ساڑھے نو بجے محترم محمد رمضان یوسف سلفی اس وقت رونق افروز ہوئے جب میں والد محترم کے کلینک میں بیٹھا "اخبار بینی" میں محو تھا۔ آتے ہی انہوں نے چپکے سے کہا کہ آج قبرستان چلنا ہے۔ میں نے استفسار کیا تو کہنے لگے "رپورٹنگ کیلئے"۔ سر میں درد کے باعث طبیعت مائل بہ سفر نہ تھی لیکن ان کا اصرار "پرشباب" تھا سو رضامند ہونا پڑا۔ ہمارے ہاں تقریباً آدھ میل کے فاصلے پر ایک بے حد پرانا قبرستان واقع ہے۔ ہمارا ہدف یہی قبرستان تھا۔ رستے میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی ازراہ مزاح چست فقرات کا تبادلہ بھی ہوتا رہا۔ قبرستان کے قریب پہنچے تو لوگوں کو جوق در جوق آتے اور جاتے پایا۔ میں نے سلفی صاحب اور انہوں نے میری طرف دیکھا اور ہم دونوں ہی مسکرا دیئے۔ سرراہ ایسے منچلے نوجوان بھی دیکھے کہ جن کے اطوار سے "مرحومین" کے لئے ان کا خلوص واضح طور پر مترشح تھا۔ ہر ایک کے لبوں پر شوخ مسکراہٹ تھی۔ قہقہوں کا سنگم اور موسم کا دیوانہ پن عروج پر تھا اور اس ہوشربا طلسم میں سلفی صاحب میرا ہاتھ پکڑے قبرستان کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ جیسے ہی ہم قبرستان میں داخل ہوئے تو میرے ایک پرانے کلاس فیلو گلے آ لگے۔ میں نے ان کی آنکھوں میں مچلتی حیرت کو صاف محسوس کیا کیونکہ وہ میری مسلکی حیثیت سے آگاہ تھے اور شائد وہ سوچ بھی رہے ہوں کہ جب ان کے ہاں "مر گئے مردود' نہ فاتحہ نہ درود" جیسی روایت ازل سے قائم ہے تو پھر آج یہ "حضرت" قبرستان میں کیوں سرگرداں ہیں؟ لیکن اس سے پہلے کہ ان کے یہ خیالات الفاظ کا دامن پکڑتے میں خدا حافظ کہتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ مجھے عاشورہ کے موقع پر یوں قبرستان میں آنے کا کوئی تجربہ نہ تھا

تاہم سلفی صاحب ہر سال یہاں آ کر "دین محمدی" کا خوب خوب مشاہدہ کرتے رہتے تھے۔ اسی لئے میں نے بلا حیل و حجت ساری قیادت انہیں سونپ دی کہ صاحب جہاں سے جی چاہے معائنہ شروع کر دیجئے۔ سلفی صاحب میرے آگے آگے چلنے لگے اور ساتھ ہی ہم نے دیکھا کہ کسی قبر کی مرمت کی جا رہی تھی تو کسی کی لپائی پر غور وخوض ہو رہا تھا۔ کوئی پانی لا رہا تھا تو کوئی اگر بتیوں کے انتظام میں مشغول تھا۔ چند "جوانان رعنا" بڑھ چڑھ کر "جذبہ خلوص" کے تحت خواتین کی خدمت بھی فرما رہے تھے کوئی پانی چھڑک رہا تھا تو کوئی قبر کی مٹی درست کر رہا تھا۔ کوئی چاول بکھیر رہا تھا تو کوئی پھول سجا رہا تھا۔ اسی اثنا میں کس منچلے کی آواز گونجی " عاشق اوئے عاشق " میں نے سلفی صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ سلفی صاحب یہ واقعی کسی کا نام ہو سکتا ہے یا کہ اصطلاحی طور پر پکارا گیا ہے؟ وہ میری بات سن کر مسکرائے اور آگے بڑھ گئے۔ ابھی دو قدم ہی چلے ہوں گے کہ سلفی صاحب رک گئے۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے کسی نے آم کی گٹھلی کے ذریعے میرے ٹخنے کو تختہ مشق بنایا ہے؟ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو سب لوگ انجان بنے ہوئے لگے۔ تاہم اپنے پیچھے قبر پر بیٹھی ایک "مسلمان بچی" کی نظروں میں جھانک کر جب میں نے سیدھا سلفی صاحب کے بارلیش ہونے کا تجزیہ کیا تو مجھے کچھ کچھ بات سمجھ میں آئی۔ لیکن میں نے مثبت پہلو کو ذہن میں جگہ دیتے ہوئے سلفی صاحب کو آگے بڑھا دیا۔ جب ہم قبروں میں رستہ بناتے ہوئے گزرے تو مجھے بائیں طرف اک قبر پر ایک عمر رسیدہ بزرگ اور ان کی "بزرگی" دکھائی دیئے۔ وہ نجانے کن اوراد میں گم تھے۔ ہر طور میں انہیں دیکھتا جا رہا تھا۔ اچانک اس بزرگ نے سورج مکھی کی پتیوں پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور پھر انہیں کھا لیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ "ایں چہ بوالعجبی للت"؟ میں نے سلفی صاحب کو بھی آگاہ کیا تو کہنے لگے بھائی یہی کچھ تو دیکھنے آئے ہیں۔ جب ہم قبرستان کے عین مرکز میں پہنچے تو لگا کہ جیسے کسی

"مارکیٹ" میں آ گئے ہیں۔ ہر طرف "مخلوط" آوازوں کا اک عجیب امتزاج تھا۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بزعم خویش "فوت شدگان" کی خدمت میں محو تھے۔ اس دوران ان چند نگاہوں کی آوارگی کا بھی مشاہدہ ہوا کہ جن کا محور وہ چہرے تھے کہ جنہیں چشم فلک سے بھی نہاں ہونا چاہئے تھا۔ میں نے سلفی صاحب سے کہا کہ یار کہاں لے آئے ہو؟ وہ کہنے لگے بے شک اس سارے فساد کی جڑ یہ قبریں ہیں۔ اگر یہ قبریں نہ ہوں تو یہ "میلہ" بھی ہرگز نہ سجے۔ اس لئے یہاں بھی کسی محمد بن عبدالوہاب کی ضرورت ہے کہ جو انہیں بلڈوز کروا دے تاکہ ان خرافات سے جان چھوٹ سکے۔ ان کے یہ الفاظ سن کر میرے تصور میں اس عظیم انسان کی ساری سیرت گھوم گئی کہ جس نے توحید کی خاطر سارے جہاں کی نفرتیں مول لے لی تھیں۔ بے اختیار میرے منہ سے نکلا کہ ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آگے چلے تو میں نے سلفی صاحب کے کان میں کہا کہ مبارک ہو ماشاء اللہ اب غذا بھی "رسم شرک" میں پاؤں دھرنے لگی ہے۔ انہوں نے میری طرف عجیب انداز سے دیکھا تو میں نے کہا کہ یہ پیچھے ایک قبر پر چاول اور مسور کی دال سے "یا اللہ' یا محمد' یا علی" لکھا ہوا ہے۔ میری اس بات پر وہ سر ہلا کر رہ گئے۔ اس جگہ ایک حافظ صاحب کو بھی دیکھا کہ "جذب و مستی" کی حالت میں برلب قبر تلاوت کلام پاک فرما رہے تھے۔ ساتھ ہی ایک طرف چند خواتین کچھ سپارے سے لئے براجمان تھیں اور عجیب و غریب سا درود پڑھ رہی تھیں۔ میرے استفسار پر سلفی صاحب نے کہا کہ آج کل ایسے بے شمار درود چل نکلے ہیں جن میں درود تاج' درود ماہی اور درود کریمازیاد مشہور ہیں۔ اسی جگہ محترم سلفی صاحب کے والد مرحوم کی قبر تھی سو یہاں ہم نے دعائے مغفرت کی۔ دعا کے بعد میں نے سلفی صاحب کے والد کی قبر کو دیکھتے ہوئے کہا کہ کوئی قبر لیپنے والا اس خستہ حال پر بھی "دست درازی" کر گیا ہے۔ میری بات سن کر سلفی صاحب بے

اختیار مسکرائے۔ آگے بڑھے تو دو شاندار قسم کی سنگ مرمر کی بنی قبریں دیکھیں۔ بے شک ان کا حسن دلکش تھا۔ میں نے سلفی صاحب سے کہا کہ ان قبور نے تو مغلیہ دور کے لئے باعث فخر "فن تعمیر" کو بھی ماند کر دیا ہے۔ دیکھئے تو کتنی عمدہ قسم کا پتھر استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن میں یہ بھی سوچنے لگا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ جو بھی پختہ قبر ملے اسے برابر کر دو۔ تو آخر یہ خوبرو قبریں "چہ معنی دارد" انہی سوچوں میں گم تھا کہ آگے سے موٹر سائیکل پر سوار ایک نوبیاہتا جوڑا دیکھا۔ خاتون برقعے میں ملبوس تو تھیں لیکن نقاب ان کا چہرہ چھپانے سے عاجز تھا۔ بے شک یہاں وہی معاملہ تھا کہ جسے اکبر آلہ آبادی نے یوں بیان کیا تھا کہ ۔

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اس جگہ اک ٹرالی دیکھی جو "فی سبیل اللہ مٹی" بہم پہنچا رہی تھی۔ لوگ اس مٹی سے اپنے مرحومین کی قبور کو مزین کر رہے تھے۔ سلفی صاحب نے کہا اس ٹرالی پر بھی کچھ ہو جائے ؟ لیکن اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا دو منچلے نوجوان موٹر سائیکل لئے قبرستان میں "لہلہاتے" ہوئے نظر آئے۔ لگتا تھا کہ جیسے وہ کسی پارک میں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی "جان لیوا" اداؤں کو دیکھتے ہی سلفی صاحب گویا ہوئے کہ ۔

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اسی دوران وہ "شہسوار" ہمارے قریب سے اتنی سرعت سے گزرنے کی سعی فرمانے لگے کہ وہاں بہتے پانی کی چھینٹیں ہوا میں بکھر گئیں۔ میں نے فوراً اپنے کپڑوں کا جائزہ لیا لیکن الحمدللہ یہ ابھی نماز کے قابل تھے۔ اب ہمارے سامنے قبرستان کا اختتام تھا۔ یہاں پر بڑا سے گیٹ تھا کہ جس کے ذریعے ہمیں بے دخل ہونا تھا۔ لیکن سلفی صاحب نے ہجوم کے پیش نظر مشورہ دیا کہ بائیں

طرف کو نکلنے والے رستے کی طرف ہو چلیں۔ اب کی بار میں آگے آگے تھا۔ جیسے ہی میں مڑا میں اچانک رک گیا اور میں نے کہا سلفی صاحب ؎

مر جائے تو بڑھ جاتی ہے انسان کی قیمت
گر زندہ ہو تو جینے کی سزا دیتی ہے دنیا

سلفی صاحب نے اس شعر کی "شان نزول" پوچھی تو میں نے کہا میرے آگے ایک بچہ پرات اٹھائے جا رہا تھا۔ جس میں فقط تربوز کے بیج رہ گئے تھے گویا جہاں قبرستان میں بیٹھ کر انہوں نے خود بھی تربوز اڑایا ہو گا وہاں مردوں کو بھی "شریک طعام" ضرور کیا ہو گا۔ کیونکہ جب چاول اور دال قبروں پر سجائی جا سکتی ہے تو پھر تربوز کا بھی قبر پر "جلوہ افروز" ہو جانا زیادہ بعید نہیں ہے۔ قبرستان کی حدود سے باہر روح افزا کے ساتھ ان "مجاہدین" کی تواضع کی جا رہی تھی جو محاذ قبرستان سے واپس آ رہے تھے۔ سلفی صاحب نے کہا تمہارا کہنا واقعی درست ہے کیونکہ اگر عام حالات میں ان سے کہا جائے کہ بھائی ذرا ایک گلاس پانی پلا دو تو یہ فورا لال پیلے ہو جائیں گے۔ لیکن آج دیکھو کہ کس ادا سے لہک لہک کر یہ "جام ہائے مشروب مشرق" لنڈھا رہے ہیں۔ میں بھی اس خلوص پر زیر لب بڑبڑایا کہ کہیں ؎

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

یہاں ہم نے یہ بات بھی خاص طور سے نوٹ کی کہ جن نوجوانوں کا اس "میکدے" پر تصرف تھا وہ عام لوگوں کو تو بڑے پھیکے سے انداز کے ساتھ پیش کرتے تھے تاہم جب کوئی "مسلمان خاتون" ان سے پانی کا کہتی تو یہ اتنی مسرت اور خلوص کا مظاہرہ کرتے کہ گویا "سبیل" کا مقصد پورا ہو گیا ہو۔ واپسی پر سلفی صاحب نے کہا کہ اس تمام داستان کی رپورٹ بھی زبردست ہونی چاہیے۔ میں نے بھی تائید کی لیکن انہوں نے یہ ذمہ داری مجھ پر ڈال دی سو میں نے کہا کہ پھر اگر رستے میں ایک چھوٹے سے قبرستان پر بھی "نظر کرم" ہو جائے تو کیا ہے

؟ یہاں آئے تو وہی مناظر تھے تاہم اس قبرستان میں فیشن کا رجحان زیادہ تھا۔ میں نے ایک قبر پر دیکھا کہ خوبرو میک اپ سجائے نوجوانوں کے دلوں سے کھیلتی آواز لئے غالباً کوئی "عہد نامہ" پڑھ رہی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ یہ قدیم ہے یا جدید؟ میں نے سلفی صاحب سے کہا اس طرف دیکھئے لگتا ہے مردہ بخشوا کر ہی دم لیں گی۔ باتیں کرتے کرتے اچانک میں چونک کر ایک طرف مسلسل دیکھنے لگا.... سلفی صاحب نے مجھے جھنجھوڑا تو میں نے کہا سلفی صاحب گھبرایئے نہیں ؎

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں

میں دراصل قبرستان کی زیارت کے متعلق حضور ﷺ کے اجازت نامے کی اصل روح اور مقصدیت پر ماتم کر رہا تھا کہ جس کے تحت موت کو یاد رکھنے کا کہا گیا لیکن یہاں تو ہر چیز کا ہی گلا گھونٹ دیا گیا تھا۔ سلفی صاحب نے استفسار کیا تو میں نے ان کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ جہاں ایک مسلمان لڑکی جدید دور کے فیشن کی نمائندگی اس طریقے سے کرتی ہوئی چلی جا رہی تھی کہ اس کی شلوار ٹخنوں سے اوپر تھی اور پائنچے بے حد کھلے تھے۔ اس موقع پر میں اپنا ہی شعر گنگنا اٹھا کہ جو ایسے ہی فیشن سے متاثر ہو کر کہا گیا تھا کہ ؎

ہم نے ان سے کہا نہ خرابی بنیں
اس طریقے سے تو نہ وہابی بنیں

کیونکہ اگر ان سے کہا جائے کہ ایسی خصلتیں چھوڑ دو تو یہ ہم پر "وہابی" ہونے کا فتویٰ جڑ دیں گی۔ لیکن فیشن کی عجیب کرشمہ سازی ہے کہ "وہابیوں" کا یہ طرز عمل آج کل ہر لڑکی کا "اولین انتخاب" ہے۔

خیر دل بے حد بجھا اور یہی سوچتے سوچتے گھر آگئے کہ خدایا یہ کون سا دین ہے، یہ کس نبی کا اسوہ ہے اور حضرت حسینؓ کی شہادت کا یہ کون سا مفہوم ہے؟ ظفر علی خان نے تو کہا تھا کہ ..... اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد ..... لیکن یہاں ہر محرم میں اسلام مردہ ہو رہا ہے۔ اے کاش کہ امت محمدیہ حقیقت جان

بقیہ ص ۳۷ پر